حافظ جمال اللہ ملتانی اور ان کی خدماتِ حدیث و تصوف: مولانا پرہاڑوی کی "انوارِ جمالیہ" کا خصوصی مطالعہ

(*Ḥāfiẓ Jamāl Allah Multānī* and his Services to *Ḥadīth* and Sufism: A Study of "*Anwār-e-Jamāliyah*" *by Mawlānā Parhārvī*)

*مجاہد حسین

**ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن

Abstract

Ḥāfiẓ Jamāl Allah Multānī (d.1226/1811) was a leading *Chishtī* Sufi *Shaykh* who established his *Khānqāh* and Madrasa in Multan and taught his disciples *Ḥadīth* and other Islamic sciences along with their training in *Chishtiyah* Sufi order. The present paper aims to present *Multānī's* biographical account and his contribution in the fields of *Ḥadīth* and Sufism as illustrated by his well-known disciple *Mawlānā 'Abd al-'Azīz Parhārvī* (d.1239/1824) in his "*Anwār-Jamāliyah"*. It finds that both of *Multānī's* mentors *Khawāja Noor Muhammad Mahārvī* (d. 1205/1790) and his Shaykh *Khawāja Fakhr al-Dīn Dehlawī* (d.1197/1784) were experts in *Ḥadīth* sciences and both had transferred their relevant knowledge to *Multānī*. Subsequently, *Multānī* guided his students both in *Ḥadīth* and Sufism. His *Khānqāh* and Madrasa became centre of excellence for Islamic learning, and a large number of scholars and common people received their religious education and spiritual inspiration from this *Khānqāh*.

Key Words: *Jamāl Allah Multānī, 'Abd al-'Azīz Parhārvī "Anwār-e-Jamāliyah"*

---

* پی ایچ ڈی سکالر، جی سی یونی ورسٹی فیصل آباد

** پروفیسر/چیئرمین، شعبہ اسلامیات و عربی، جی سی یونی ورسٹی فیصل آباد

ہندوستان میں مسلم تہذیب کے ارتقا اور علومِ اسلامیہ کی ترویج کے حوالے سے خطۂ ملتان کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ملتان مسلم عہد میں متنوع علمی و دینی اور ملی و نسلی روایات کا مرکز رہا ہے۔ تاہم محدثین اور صوفیا ملتان کی دینی روایت کا اہم ترین حوالہ ہیں۔ یہاں محدثین و صوفیا کی آمد قرونِ اولیٰ سے رہی ہے، جب کہ قرونِ وسطی میں منگولوں کے حملے کے بعد ایشیا سے محدثین کی نسبت صوفیا زیادہ تر اس خطے میں آئے جن میں سہروردی مشائخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سہروردیہ کے ہاں علوم حدیث سے خصوصی رغبت دکھائی دیتی ہے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م1262/606) کی "الاوراد" کے مطالعے سے یہ حقیقت بخوبی آشکار ہوتی ہے۔ مغل دور میں ملتان قادری اور چشتی صوفیا کا مرکز بنا۔ اسی عہد میں سفری سہولیات کی بہتری کے باعث یہاں کے علما نے حجاز اور بلادِ عربیہ کے علمی مراکز کا رخ کیا۔ اس طرح دسویں/سولھویں صدی سے ملتان میں حدیث و تصوف کے حوالے سے نئی روح بیدار ہوئی۔ شیخ علی متقی (م1567/975)، شیخ عبدالوہاب متقی (م1592/1001)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی(م1052-1642) ایسے محدثین نے ملتان میں قیام کیا ار علمی مجالس قائم کیں، جن کے باعث ملتان میں تصوف کے ساتھ حدیث کے علوم کی ترویج ہوئی۔ متاخر صوفیاے چشت میں سے حافظ جمال اللہ ملتانی رحمہ اللہ (م1811/1226) نے ملتان کو اپنی علمی و روحانی مساعی کا مرکز بنایا۔ ان کی خانقاہ میں جن علوم پر خاص طور پر توجہ دی جاتی تھی اُن میں قرآن و حدیث اور تصوف بنیادی مضامین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے تربیت یافتہ علما میں تصوف اور حدیث کے ماہرین پیدا ہوئے۔ مثلاً آپ کے شاگرد مولانا عبدالعزیز پرہارڑی نے اصول حدیث پر "کوثر النبی" تحریر کی۔ اِس مقالہ میں مولانا عبدالعزیز پرہاڑوی کی "انوارِ جمالیہ" کی روشنی میں حافظ جمال اللہ ملتانی کی شخصیت اور تصوف کے حوالے سے اُن کے بیان کردہ مباحث کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔ اِس تحقیق سے اس عمومی نقطہ نظر کا جائزہ لینا بھی مقصود ہے کہ صوفیاے کرام حدیث سے بے خبر ہوتے ہیں اور ان کے مجالس میں حدیث کو اہمیت نہیں دی جاتی۔

"انوارِ جمالیہ": ایک تعارف

علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (م1239ھ/1824ء) نے حافظ جمال اللہ ملتانی سے اکتساب فیض کرتے ہوئے سند اجازت وخلافت پائی۔ آپ نے حافظ جمال اللہ کی سیرت و تعلیمات پر ایک مختصر رسالہ موسوم بہ "انوار جمالیہ" تحریر کیا، جس کا آغاز ان کی وفات کے تیسرے دن زوال کے وقت ہوا۔[1] حافظ جمال اللہ ملتانی کا تذکرہ کافی کتب میں موجود ہے۔ ان میں گلشنِ ابرار،[2] مخزن چشت،[3]، مناقب المحبوبین،[4] تاریخ مشائخ چشت،[5] وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن علامہ

[1] عبدالعزیز، پرہاڑوی، انوار جمالیہ (کوٹ ادو مظفر گڑھ، العزیز اکیڈمی، 1977)، 2۔

[2] خواجہ امام بخش مہاروی، گلشنِ ابرار (چشتیاں بہاولنگر، مہاروی چشتیہ رباط پبلیکیشنز، 2010)، 217۔

[3] مہاروی، خواجہ امام بخش، مخزن چشت (چشتیاں بہاولنگر، مہاروی چشتیہ رباط پبلیکیشنز، 2010)، 357۔

[4] سلیمانی، نجم الدین، مناقب المحبوبین، مترجم مولانا ذولفقار علی ساقی (لاہور نگارش آرٹ، 2018)339۔

پرہاڑوی کے اس رسالے کو دوسروں پر سبقت حاصل ہے کہ علامہ پرہاڑوی نے سب سے پہلے اس موضوع پر تالیف کی اور آپ کے بعد آنے والے سب تذکرہ نگاروں نے آپ کے اس رسالے کی طرف ماخذ کی حیثیت سے رجوع کیا ہے۔پرہاڑوی نے پورے رسالے میں بلاواسطہ اندازِ بیان اختیار کیا ہے اور کسی دوسرے شاگرد، خلیفہ، مرید یا دیگر لوگوں کی ذکر کردہ باتوں کو آگے روایت نہیں کیا بلکہ صرف انھی باتوں کو بیان کیا ہے جو آپ کے اپنے مشاہدے میں آئیں یا آپ کے سامنے حافظ جمال اللہ ملتانی نے بیان کیں۔ یہ اندازِ بیان اس رسالے کی صحت اور ثقاہت پر بھی دلالت کرتا ہے، کیونکہ جب بھی کبھی بالواسطہ روایت کی بات آتی ہے تو سب سے پہلے اس واسطے کی صحت اور جرح و تعدیل کا سوال اٹھتا ہے کہ راوی ثقہ بھی ہے، البتہ جب بلاواسطہ اپنے مشاہدے کی بناپر احوال ذکر کیے گئے ہوں تو صحت کی تمام تر ذمہ داری مؤلف پر ہی منحصر ہوتی ہے، اور اس رسالے کے مؤلف کا تعلق حافظ جمال اللہ ملتانی کے ساتھ قطعی طور پر ثابت ہے۔آپ نے ایک عرصہ ان کے زیر سایہ گزارا۔آپ کا اپنا علم و فضل اور تقویٰ آپ کی ذاتی ثقاہت پر بھی دلالت کرتا ہے، لہٰذا مذکورہ رسالے کو ایک مستند دستاویز کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔یہ رسالہ عربی زبان میں اردو ترجمے کے ساتھ لکھا گیاہے، جو العزیز اکیڈمی (کوٹ ادو، مظفر گڑھ) سے (1391ھ/1971ء) میں شائع ہوا۔یہ رسالہ درمیانے سائز کے انتیس (29) صفحات پر مشتمل ہے۔ فقیر محمد برخوردار ملتانی نے بھی اس رسالے کا فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ترجمہ کرکے اس مجموعے کا نام "گلزارِ جمالیہ" رکھا اور مکتبۂ جمال (خانیوال) نے شائع کیا۔اس رسالے کے اندر عربی متن پر بھی اس کا نام "انوارِ جمالیہ" لکھا ہوا ہے۔ مقدمے میں لکھا ہے: "فقیر محمد برخوردار ،ارباب بصیرت کی خدمت میں رسالہ (جمالیہ) مؤلفہ حافظ عبدالعزیز پرہاڑوی کا ترجمہ کرکے پیش کرتا ہوں۔"[6] ان کے علاوہ دیگر تذکرہ نگاروں میں سے سید زاہد شاہ نے "اسرار الکمالیہ"[7] میں ، حاجی نجم الدین سلیمانی نے "مناقب المحبوبین"[8]میں، علامہ اللہ بخش رضا نے "تذکرہ جمال"[9]میں اور ڈاکٹر روبینہ ترین نے "ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ"[10]میں اس رسالے کا نام "الخصائل الرضیۃ"" ذکر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے غالبا انھوں نے یہ نام علامہ پرہاڑوی کے ان تمہیدی کلمات سے اخذ کیا ہو: "**اما بعد فهذه الخصال الرضية والشمائل السنية لمولٰنا ومرشدنا وهادينا قدس الله تعالىٰ سره العزيز**

[5] خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت (لاہور، مشتاق بک کارنر)، 572۔

[6] فقیر محمد برخوردار، گلزارِ جمالیہ (خانیوال، مکتبہ جمال)،2۔

[7] سید زاہد شاہ، اسرار الکمالیہ (قلمی نسخہ)،1۔

[8] سلیمانی، حاجی نجم الدین، مناقب المحبوبین ،349۔

[9] علامہ اللہ بخش رضا، تذکرہ جمال انوار جمالیہ (ملتان، جمال لائبریری،2015)، 1۔

[10] ڈاکٹر روبینہ ترین، ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں، صوفیاء کرام کا حصہ، (ملتان، گلگشت، بیکن بکس، 2011)،287۔

جمعها الفقير عبد العزيز۔"[11] اس رسالے کا یہ نام "الخصائل الرضیہ" بادی النظر سے تو سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اگر مکمل عبارت کو دقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علامہ پرہاڑوی یہ کلمات بطور اسم نہیں بلکہ بطور لقب کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ "الخصال الرضیہ" (یعنی پسندیدہ عادات) ہے نہ کہ "الخصائل الرضیہ" ہے تو رسالہ کا اصل نام "انوارِ جمالیہ" ہے۔ لہٰذا اسی نام کو ترجیح حاصل ہو گی۔

"انوارِ جمالیہ" کا موضوعاتی مطالعہ

علامہ پرہاڑوی نے اس رسالے میں حافظ جمال اللہ ملتانی کے احوالِ زندگی، آباو اجداد، صورت و سیرت، روز مرہ کی عادات، عملی مشاغل، آداب طریقت، بیعت و تبلیغ اور اخلاق و افکار ذکر کیے ہیں۔ علامہ پرہاڑوی نے ان موضوعات کو چونکہ مختصر انداز سے رسالے کی صورت میں پیش کیا ہے، اس لیے الگ الگ ابواب یا فصلوں میں تقسیم کر کے نہیں لکھا بلکہ ایک اجمالی ترتیب کے ساتھ عنوانات ذکر کرتے چلے گئے اور اس عنوان سے متعلق بات کر کے اگلے موضوع کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ بایں طور اگرچہ تفصیلی ترتیب کو مد نظر نہیں رکھا گیا لیکن اجمالی طور پر پہلے حالات زندگی کا تذکرہ ہے، پھر روز مرہ کی عادات مثلاً چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، لباس اور وضو وغیرہ کے آداب کا تذکرہ ہے اور انھی مضامین کے ضمن میں آپ کے علمی مشاغل، پسندیدہ کتب اور اندازِ تدریس کا تذکرہ بھی ہے، اس کے بعد کے عنوانات میں آپ کے اخلاق، شجاعت، بیعت کے آداب، آداب کلام اور نصائح وغیرہ کا ذکرہ ہے۔ انھی مضامین کے ضمن میں آپ کی انگشتری اور مہر کا ذکر بھی ملتا ہے۔ رسالے میں دو اہم موضوع ہیں: ایک حافظ جمال اللہ کا سوانحی خاکہ اور دوسرا ان کے ملفوظات، جن سے ان کے افکار و نظریات واضح ہوتے ہیں۔ مزید برآں علامہ پرہاڑوی نے "انوارِ جمالیہ" عربی زبان میں تحریر کیا ہے، رسالہ تحریر کرتے ہوئے آپ نے عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کو اختیار کیا ہے، اور اسی فصاحتِ زبان کی ایک خصوصیت ہے کہ طویل مضامین کو مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کر دیا ہے، اور ان احوال کے بیان کے لیے کتاب کی بجائے ایک مختصر رسالہ کفایت کر گیا۔ علامہ پرہاڑوی نے، جیسا کہ ذکر ہوا، اس رسالے میں ایک اجمالی خاکے اور ترتیب کا اہتمام تو کیا ہے اور موضوعات کو ایک ترتیب سے عنوانات کے ذیل میں ذکر کیا۔ لیکن یہ ترتیب جدید ابواب و فصول کی تقسیم کی طرح نہیں ہے بلکہ کسی موضوع کو اپنے متعلقہ موضوعات کی بجائے دیگر موضوعات کے ساتھ بھی ذکر کر دیا گیا ہے، جیسا کہ آپ کی انگشتری کا بیان حسن خلق اور نصائح کے متعلقہ موضوعات کے درمیان میں ذکر کیا گیا ہے،[12] اس کے باوجود اس تالیف کی خوبصورتی یہ ہے کہ قاری کو ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہونے سے تسلسل اور ربط کی کمی کا احساس نہیں ہوتا، کیونکہ علامہ پرہاڑوی اگلے موضوع کو گذشتہ موضوع کے ساتھ اس انداز میں ذکر کرتے ہیں کہ تسلسل قائم رہتا ہے۔

---

[11] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 2۔

[12] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 8۔

حافظ جمال اللہ ملتانی کا تعارف

"انوارِ جمالیہ" میں جہاں تک حافظ جمال اللہ ملتانی کے تعارف کا تعلق ہے تو اس میں آپ کی تاریخِ ولادت ذکر نہیں کی گئی۔ براہ راست نام و نسب اور وطن سے احوال کا آغاز کیا گیا ہے۔ تاہم دیگر تذکرہ نگاروں کے مطابق حافظ جمال اللہ (م1160ھ/1745ء) ملتان میں پیدا ہوئے۔[13] آپ کے دادا حافظ عبد الرشید نے آپ کا اسم گرامی محمد جمال الحق رکھا،[14] البتہ آپ "حافظ جمال اللہ" کے نام سے زیادہ معروف ہوئے۔ علامہ پرہاڑوی نے بھی "انوار جمالیہ" میں آپ کا نام "جمال الحق والدین" ذکر کیا ہے۔ باقی تذکرہ نگاروں میں سے سید زاہد شاہ نے "اسرار الکمالیہ"، میں ڈاکٹر مہر عبد الحق نے "نورِ جمال"، خلیق احمد نظامی نے "تاریخِ مشائخ چشت"، نور احمد فریدی نے "تاریخِ ملتان" اور علامہ اللہ بخش رضا نے "تذکرۂ جمال" میں حافظ محمد جمال ذکر کیا ہے، جب کہ خواجہ امام بخش مہاروی نے "گلشنِ ابرار" اور غلام عباس جمالی نے "ذکر جمال" میں حافظ جمال اللہ ملتانی لکھا ہے۔ علامہ پرہاڑوی نے عربی تراکیب اور تشبیہ و استعارہ سے حافظ جمال اللہ کے حلیہ کو انتہائی حسین پیرایہ میں بیان کیا ہے، زیر نظر عبارت میں عربی زبان دانی، اعلیٰ ذوق اور فصاحت و بلاغت کے بہترین نمونہ میں حافظ جمال اللہ کے حلیہ مبارک کو بیان کیا گیا ہے: **كان قدس سره حسن الوجه، ازہر اللون، معتدل القامة، خفيف اللحم، لطيف الاعضا، وجهه بادنیٰ طول، اسنانه كانه سلك لؤلؤمكنون، اقنی الانف، قليل شعر الحواجب، لطيف الشفتين، معتدل شعر اللحية۔**[15] "آپ حسین چہرے والے، چمکیلی رنگت والے، میانہ قد، معتدل اور نازک اندام تھے، آپ کا چہرہ کسی قدر دراز تھا، آپ کے دانت گویا جڑے ہوئے موتیوں کی لڑی تھے، ناک عجیب حسن والی، ابرو کم مو، باریک نرم و نازک لب اور داڑھی انتہائی موزوں بالوں والی تھی۔"

آپ نے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد علومِ دینیہ کی تحصیل کی طرف توجہ کی اور درجۂ کمال کو پہنچے، داڑھی آنے سے پہلے درسی علوم "دائرۃ الوصول" تک تکمیل کر لی۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ کی طبیعت میں عشقِ الٰہی کا جذبہ پیدا ہوا اور شیخ کامل کی صحبت کا شوق موجزن ہوا۔ اسی غرض کے لیے آپ شیخ رکن الدین (م735ھ/1335ء) کی مسجد میں اعتکاف بیٹھے۔ دوران اعتکاف خواجہ نور محمد مہاروی سے بیعت ہونے کا اشارہ پایا۔ اور بیعت ہونے کے بعد کافی عرصہ مرشد کی سفر و حضر میں خدمت کرتے رہے، حتیٰ کہ معرفت کے اعلیٰ درجات تک پہنچے اور آپ نے سلوک و تصوف کی چند کتابیں براہ راست اپنے شیخ کے مرشد حضرت فخر الدین دہلوی سے بھی پڑھیں۔[16]

ملتان میں حلقہ درس اور خانقاہ کا قیام

---

[13] ڈاکٹر مہر عبد الحق، نور جمال (ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، 1974ء)، 17۔

[14] مخدوم زادہ محمد سلیم جمالی،، ظہور جمال (ملتان، جمال لائبریری)، 14۔

[15] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 3۔

[16] مہاروی، مخزن چشت، 359۔

تکمیلِ علوم کے بعد حافظ جمال اللہ ملتانی نے اپنے مرشد کے حکم پر ملتان آکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، لوگ جوق در جوق آنے لگے ۔ ملک کے بڑے بڑے علما و فضلا آپ کے پاس علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے لیے حاضر ہوتے تھے۔آپ سلاسلِ اربعہ میں مجاز تھے، لیکن سلسلۂ چشتیہ سے زیادہ انس رکھتے تھے، اس لیے اکثر و بیشتر اسی سلسلے میں مرید کیا کرتے تھے۔[17] حافظ جمال اللہ ملتانی کی شخصی خصوصیات اور خوبیوں کی وجہ سے آپ کی خانقاہ مرکزِ خلائق بن گئی۔علامہ پرہاڑوی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے روز و شب کے معمولات اور زندگی کی بنیادی ضروریات کی چیزیں بھی حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کی پیروی میں ہوتی تھیں،اور آپ کے تمام اعمال میں سنت کی جھلک نظر آتی تھی۔"**كان قليل الاكل جدا**" یعنی حافظ جمال اللہ بہت کم کھانا کھاتے تھے۔"اسی طرح حافظ جمال اللہ سنت نبوی کی پیروی میں کبھی کسی کی دعوت رد نہیں کرتے تھے، حتیٰ کی ایک مرتبہ حالتِ روزہ میں مدعو ہوئے تو آپ وہاں بھی تشریف لے گئے اور لقمے توڑ توڑ کر احباب کو کھلاتے رہے۔" رسول اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ کی طرح آپ بھی کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے، علامہ پرہاڑوی کے مطابق ایک مرتبہ ایک فقیر کی دعوت پر میرے ساتھ تشریف لے گئے، صاحبِ دعوت نے گائے کا گوشت پیش کیا، وہ اچھا پکا ہوا نہیں تھا، میں نے اس کو ناپسند کیا، حافظ جمال اللہ نے جب میرے چہرے پر کراہت دیکھی تو کھانے کی تعریف شروع کر دی، اور خوشی اور لذت سے کھانا شروع کر دیا اور صاحب دعوت کے حق میں خصوصی دعائے برکت کی۔ آپ کی یہ بھی عادت تھی کہ پہلے تمام حاضرین میں کھانا تقسیم کرتے جب سب کو مل جاتا تو پھر کھانے کے لیے ہاتھ بڑھاتے۔[18] اسی طرح آپ افراط و تفریط کی بجائے سنت کے مطابق پانی استعمال کرتے، ابتدا وضو میں ہمیشہ مسواک کرتے جیساکہ سنت نبوی ﷺ میں مسواک کی تاکید آئی ہے، جب آپ امامت کرتے تو مسنون طریقہ کے ساتھ فصل اور ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھتے، آپ اول وقت میں نماز پڑھنے کو محبوب رکھتے تھے، جمعے کے دن خصوصی اہتمام فرماتے، غسل کے بعد اعلیٰ پوشاک زیب تن کرتے، بہترین خوشبو لگاتے جس سے راستے اور مسجد معطر ہو جاتی اور جب آپ جمعہ پڑھاتے تو خطبہ مختصر ہوتا۔ مندرجہ بالا تمام امور ایسی سنتیں ہیں جن کا حکم خود آں جناب ﷺ نے فرمایا ہے۔ حافظ جمال اللہ کے اخلاق فاضلہ نہایت کمال کے تھے اور کسی ایک خاص خلق یا عادت کی بجائے آپ کی ذاتِ گرامی تمام اخلاق حسنہ کا مجموعہ تھی۔اپنے ملفوظات میں لوگوں کی نصیحت کے لیے اپنے شیخ یا دیگر اولیاے کرام کا تذکرہ بھی کرتے رہتے تھے، اسی طرح کے ایک موقعے پر آپ نے اپنے شیخ کا تذکرہ یوں کیاکہ فقیر اور صوفیا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی محفل میں کوئی بھی شخص اپنے آپ کو چھوٹا اور کمتر نہ سمجھے، کیونکہ یہ لوگ ہر ایک کو عزت دیتے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ میرے شیخ فخر الدین دہلوی (م 1197ھ/1784ء) ہر آنے والے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، تمام لوگوں کی عزت و تکریم کیا کرتے، اس بارے ان سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، میں

[17] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 17۔

[18] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 09، 08، 07 ملخص۔

ڈرتا ہوں کہ کسی کی تعظیم سے رک گیا تو نفس کو ہر ایک کی بے تعظیمی کی عادت نہ پڑ جائے۔علامہ پرہاڑوی کہتے ہیں کہ آپ کے مرتبے کے لحاظ سے مناسب بات یہ ہے کہ آپ ہر ایک کی تعظیم اللہ کے لیے کیا کرتے تھے، آپ سوائے ذات حق کے کچھ نہ دیکھا کرتے تھے، اور جو بھی تعظیم ہوتی تھی وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ہوتی تھی۔[19]

ملتان پر سکھوں کے حملے پر دفاعی تحریک میں شمولیت

"انوار جمالیہ" میں حافظ جمال اللہ کے جذبہ جہاد کو نہایت احسن انداز میں پیش کیا گیا ہے، جہاں دیگر تذکرہ نگار ہمیں ملتان پر سکھوں کے حملہ کے وقت حافظ جمال اللہ کے توکل، دعا اور کفار کے خلاف پیشین گوئی کرنے کے پہلو کو اجاگر کرتے نظر آتے ہیں اس کے برعکس علامہ پرہاڑوی، حافظ جمال اللہ کی شجاعت و بہادری، جذبۂ جہاد اور عملی تیاریوں کی تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں۔اور یہی حضور نبی کریم ﷺ کا مبارک طرز عمل ہے، اور امت کے لیے بھی اسوہ حسنہ میں یہی تعلیمات ہیں کہ اپنی بھرپور قوت کو تیار کریں، دفاعی اور جنگی امور میں مہارت حاصل کریں، اسلحہ سازی اور اس کے استعمال میں کسی سے پیچھے نہ رہیں، اور ان سب اسباب کے اختیار کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور اسی کی بارگاہ میں دعا کے لیے رجوع بھی کریں۔اس معاملہ میں حافظ جمال اللہ کی شخصیت بھی ہمہ پہلو ہے، لیکن دیگر تذکرہ نگاروں نے آپ کی شخصیت کے عملی جہاد کے پہلو کو یا تو نظرانداز کیا یا نسبتاً کم جگہ دی ہے۔البتہ "انوار جمالیہ" میں آپ کی شجاعت کے عنوان سے جامع بیان ہے۔علامہ پرہاڑوی کہتے ہیں: **كان من اشجع الناس۔**[20]"آپ اپنے وقت کے دلیر ترین لوگوں میں سے تھے۔" آپ دلیری و بہادری میں اسوہ نبوی کے پیروکار تھے۔"انوارِ جمالیہ" میں ہے: **دعی ليلة الى ذعر، فسبق شبان القوم، آخذا بالسيف۔**[21]" ایک رات آپ کسی خوفناک حادثے کی طرف بلائے گئے، تو آپ تلوار پکڑ کر قوم کے جوانوں سے سبقت لے گئے۔"آپ کے دور میں پنجاب سکھوں کے تسلط میں آچکا تھا۔سکھوں نے کئی مرتبہ ملتان پر حملہ کیا اور یہ انھی حملوں میں سے ایک ہے، جس کا تذکرہ علامہ پرہاڑوی کر رہے ہیں کہ جب سکھوں نے ملتان کا محاصرہ کرنا چاہا تو کسی نے عرض کیا کہ ہم کسی دوسرے شہر چلے جائیں تو بہتر ہوگا، آپ نے کہا اب جہاد فرض عین ہو چکا ہے، لہٰذا ہم یہاں سے نہیں نکلتے: **ولنا عاقبتان محمودتان، الغزا والشهادة۔**[22] " ہمارے لیے دونوں انجام اچھے ہیں، چاہے غازی ہوں یا شہید۔" اور جب وقت آیا، تو آپ نے ثابت قدمی کے ساتھ اپنے اس قول پر عمل بھی کیا۔چنانچہ ایک مرتبہ دورانِ محاصرہ کفار کی نقب سے قلعے کا ایک برج گر گیا، کفار اندر گھسے تو بڑے بڑے بہادر خوف کی وجہ سے ان کے سامنے جانے سے کترانے لگے، لیکن حافظ جمال اللہ دوڑ کر تمام لوگوں سے پہلے وہاں پہنچے اور

[19] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 27۔

[20] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 13۔

[21] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 13۔

[22] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 14، 13۔

کفار کا مقابلہ کیا۔ آپ نے اپنے اس جذبہ جہاد کی تکمیل کے لیے ہتھیاروں کی تربیت اور مشق میں اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی آپ اس کی تعلیم دیتے تھے۔ علامہ پرہاڑوی لکھتے ہیں: **وسلاحه كان السيف والقوس، وكان اجود بالرمی حتٰی يعلم الناس، وكان عالما بفضيلة السلاح، ای سلاح كان۔**[23] "آپ کا ہتھیار تلوار اور تیر کمان تھے، آپ تیر اندازی کے اتنے ماہر تھے کہ دوسرے لوگوں کو بھی تیر اندازی سکھاتے تھے، آپ تمام قسم کے ہتھیاروں کے زبردست عالم و ماہر تھے۔"

تدریسی خدمات و خصوصیات

حافظ جمال اللہ کے مدرسے اور آپ کے طریقہ تدریس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ ہر طالب علم کو اس کی ذہنی استعداد اور علمی قابلیت کے مطابق پڑھایا جائے اور صرف ذہین طلبہ کا خیال رکھنے کی بجائے کند ذہن اور غبی طالب علموں کے سمجھانے پر توجہ مرکوز کی جائے: **وكان يحسن التعليم تفصيلا وايضاحا وتمثيلا حتٰی يفهم منه البليد من دقائق العلوم ما لا يفهمه الذكی من غيره۔**[24] "آپ کے پڑھانے کا انداز تفصیلاور وضاحت اور مثالوں کے ساتھ ہوتا۔ کند ذہن طلبہ کو بھی ایسی مثالوں کے ساتھ سمجھاتے، جیسے ذہین طلبہ کو آپ کے علاوہ کوئی نہ سمجھا سکتا۔" ڈاکٹر زاہد واسطی اس ضمن میں آپ کا قول بیان کرتے ہیں: "بھائی ہوشیار! سمجھ دار طالب علم کو سمجھانا کیا کمال ہے؟ کمال تو کند ذہن کو سمجھانے میں ہے۔"[25] علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی لکھتے ہیں: **كان من احسن الناس فی المسائل الدقيقة واذا اشكل علينا مسئلة من ای علم كانت رجعنا بها اليه فيقول فينا احسن ما يمكن ان يقال۔**[26] "نہایت دقیق مسائل بیان کرنے میں آپ سب لوگوں سے بہترین تھے، جب بھی ہمیں کوئی مشکل مسئلہ درپیش آجاتا چاہے وہ کسی بھی علم و فن سے متعلق ہوتا تو ہم آپ کی طرف ہی رجوع کرتے تو آپ اس دقیق مسئلہ کے اشکال حل کرنے میں ایسی بہترین تقریر فرماتے کہ اس سے زیادہ بہتر طریقے سے سمجھانا ممکن نہ ہوتا۔" علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی کو نصیحت کی کہ طرز تحریر ایسا ہونا چاہیے کہ جو بات کہی جا رہی ہے وہ لوگوں کو آسانی سے سمجھ آسکے۔ اس میں اخفا اور کوئی بات پوشیدہ نہ ہو، علامہ پرہاڑوی کہتے ہیں: **كنت اكتب له المراسلات فكان يامرنی بايضاح المكتوب و ترک القرمطة و يقول كفی الكاتب ا ثماان يتأ ذی القاری بعسرقر ٔاة مكتوبة۔**[27] "میں آپ کے خط لکھا کرتا تھا، اور شکستہ رسم الخط استعمال کرتا

---

[23] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 14۔

[24] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 6۔

[25] ڈاکٹر زاہد علی واسطی، ، دیکھ لیا ملتان (ملتان، بیکن بکس، 2002)، 337۔

[26] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 5۔

[27] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 28۔

تھا تو آپ نے مجھے باریک اور قریب قریب الفاظ لکھنے سے منع کیا اور کہتے تھے کہ کاتب کو صرف یہی گناہ ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے کہ پڑھنے والا اس کے مشکل خط کو پڑھنے کی تکلیف سے اذیت میں رہے۔"

مہارتِ علومِ حدیث

حافظ جمال اللہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اذان دینے کے مشہور واقعے کو ذکر کیا کہ وفات نبوی کے بعد آپ نے اذان دینا چھوڑ دیا تھا، ملک شام ہجرت کر گئے تھے، ایک مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو صحابہ کے اصرار پر آپ نے اذان دی تو تمام اہل مدینہ زمانہ نبوی کو یاد کرکے شدت غم سے گریہ وزاری کرنے لگ گئے، جیسا کہ وفات نبوی پر مدینہ میں آہ و زاری ہوئی تھی، علامہ پرہاڑوی نے رسالہ "انوار جمالیہ" میں اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ اس کی روایت کی صحت میں کلام ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کو متعدد محدثین اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے، مثلاً ابن عساکر (م571ھ/1176ء) نے "تاریخ دمشق"[28] میں سند جید کے ساتھ اور علامہ ابن اثیر جزری (م630ھ/1233ء) نے "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ"[29] میں اس واقعہ کو بالتفصیل روایت کیا ہے، البتہ امام ذہبی (م748ھ/1348ء) نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء"[30] میں یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: **اسناده لين وهو منكر۔** "اس کی اسناد کمزور اور منکر ہے۔" اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ پرہاڑوی نے کہا کہ اس روایت کی صحت میں کلام ہے، یہ اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ سلف صالحین کے لیے صرف اپنے استاد یا شیخ کا بیان کرنا ہی قطعی دلیل نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ وہ ہر روایت کو جرح و تعدیل کے اصولوں کی روشنی میں رد یا قبول کیا کرتے تھے۔

حدیثِ احسان کی تشریح

حدیثِ احسان مشہور حدیث مبارکہ ہے، جس میں حضرت جبرائیل نے ایمان، اسلام کے بعد جب احسان کے بارے میں سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان تعبد الله كانك تراه، فان لم تكن تراه فانه يراك۔**[31] حافظ جمال اللہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے محققین کی ایک اور دوسری رائے بھی ذکر کی ہے۔کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور مرفوع ہے، احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے کے ساتھ کرے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تجھے یہ مقام اور کیفیت حاصل نہیں کہ تو اسے دیکھ سکے تو پھر یہ اعتقاد رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، بعض محققین اس حدیث شریف کے دوسرے جملہ میں اس طرح کلام کرتے ہیں کہ" تراہ"، "فان لم تكن" کی جزا ہے اور کان تامہ ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اگر تو فنا ہو گیا تو اس کو دیکھ لے گا، اس کو بعض صوفیا نے اختیار کیا ہے، اور حافظ جمال اللہ کہتے ہیں کہ اس میں اشکال ہوگا

---

[28] ابو القاسم علی بن حسن بن عساکر، تاریخ دمشق (بیروت، دار الفکر، 1995ء)، 493۔

[29] عز الدین ابن اثیر الجزریؒ، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ(بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1994ء)، 494۔

[30] شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، سیر اعلام النبلاءَ(قاہرہ، دار الحدیث، 2006ء)، 218۔

[31] محمد بن اسماعیل البخاری ،الصحیح البخاری (بیروت، دار طوق النجاۃ، 2001)رقم الحدیث 2823

کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ "تراہ" کی بجائے "ترہ" (بحذف الف) ہو کیونکہ یہ مقام جزا ہے، کان تامہ اسی صورت ہو سکتا تھا جب "ترہ" جزاکے طور پر حذف الف کے ساتھ ہوتا، لیکن حدیث مبارک میں "تراہ" کا لفظ آیا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جزا نہیں بلکہ جزا اگلا جملہ یعنی **"فانه يراک"** ہے۔

توحید اور معرفتِ ذاتِ حق

اہلِ حقیقت کی اصطلاح میں ذات الٰہیہ کو ہر چیز سے جو عقلوں میں متصور، وہموں اور ذہنوں میں متخیل ہو سکے مجرد جاننا توحید کہلاتا ہے۔ توحید کے چار مراتب ہیں: توحید ایمانی، توحید علمی، توحید حالی اور توحید الٰہی ۔زبان سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرنا خواہ اس سے قلب غافل ہو یا اس ذات کا منکر ہو، جیسے منافق کی توحید۔توحید علمی یہ ہے کہ نقلی اور عقلی دلائل کے باوجود زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا تقلیدی طور پر اعتقاد کرنا۔اس توحید کا قائل شرک جلی سے محفوظ ہوتا ہے۔ جبکہ توحید حالی میں اہل طریقت کو احکام شرعیہ اور سنن نبویہ اور مرشد کامل کی توجہات کی بدولت عقیدہ توحید میں ایسا رسوخ وملکہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ان کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کے سینہ اطہر کا نور جلوہ گر ہو جاتا ہے، شرح صدر کی دولت عطا کر دی جاتی ہے۔اس کی برکت سے وہ مومن فاعل حقیقی صرف اس ذات واحد کو جانتا ہے اور مقام مجاہدہ سے گزر کر مقام مشاہدہ میں پہنچ چکا ہوتا ہے،ایسے کامل ولی کو "موحد" کہتے ہیں اور ایسا عارف توحید شرک خفی سے محفوظ ہوتا ہے، ایمان غیبی سے ایمان شہودی میں پہنچ چکا ہوتا ہے،اس کا باطن غیر اللہ سے مکمل طور پر پاک ہوتا ہے ،اس توحیدِ حالی جو اہل طریقت و حقیقت کی اصطلاح ہے کو حافظ جمال اللہ اس انداز میں بیان کرتے ہیں: "جب کوئی امر وجود میں ظاہر ہو وہ امر تجھ سے ظاہر ہو یا کسی دوسرے سے ظاہر ہو حقیقت میں تمام امور اللہ تعالیٰ سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہی ان کا فاعل حقیقی ہے،اور اس کا ظہور غیر سے ناممکن ہے، جیسا کہ اصل آواز ندا کہلائے گی اور اس کی گونج کو صدا کہا جائے گا، ایسے ہی اصل فعل اللہ کا ہے اور باقی تمام لوگوں کے افعال صدا کی طرح اس اصلی فعل کا اثر ہیں، پس اللہ تعالیٰ کا فعل ندا کی مانند ہے اور تیرا فعل صدا کی مانند ہے۔"[32]

جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اس کی احاطہ کر لیتی ہے مگر اللہ تعالی کی ذات کا عقل کے ذریعے احاطہ ناممکن ہے۔البتہ اس کے افعال کے ذریعے سے اجمالی طور پر اس کی صفات کی معرفت حاصل ہے اور ان صفات کے ذریعہ سے معرفت ذات ہوتی ہے۔ اسی بات کو بیان کرتے ہوئے علامہ پرہاڑوی لکھتے ہیں: **معرفة كنه ذات الحق سبحانه محال۔**[33] "اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کیا ہے؟اس کی معرفت محال ہے۔."

رویتِ باری تعالیٰ پر موقف

[32] پرہاڑوی ،انوار جمالیہ،15

[33] پرہاڑوی ،انوار جمالیہ،28

رؤیت باری تعالیٰ کے حوالے سے ماتریدیہ اور معتزلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ معتزلہ رؤیت باری تعالیٰ کے قائل نہیں کیونکہ رؤیت کے لئے رائی (دیکھنے والا) اور مرئی (جس کو دیکھا جائے) کا کسی مکان میں ہونا ضروری ہے۔ تو اس سے خدا کی مکانیت لازم آتی ہے، جس سے وہ ذات پاک اور منزہ ہے۔ یعنی معتزلہ رؤیتِ باری تعالیٰ کو جسمانی رؤیت پر قیاس کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں جو چیز جسم سے پاک ہے اس کا دیدار ممکن نہیں۔ جب کہ ماتریدیہ بروز قیامت رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ قیامت کے احوال میں سے ہے، جن کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ ہمیں صرف ان عبارات کا علم ہے جن سے رؤیت باری کا اثبات ہوتا ہے۔[34] آخرت میں رویت باری تعالیٰ کے بارے میں حافظ جمال اللہ نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ مومنین کے سامنے اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت منکرہ میں ظاہر ہوگا، جس کو مومن ماننے سے انکار کر دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی صورت حسنہ میں ظاہر ہوگا جس کو مومن پہچان لیں گے۔ "انوار جمالیہ" میں یہاں پر منکرہ کا لفظ حسنہ کے مقابل ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ مفہوم ملتا ہے کہ شاید پہلی صورت اچھی نہیں ہوگی حالانکہ حدیث مبارکہ کے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے جس صورت میں ظہور ہوگا وہ اس صورت کا غیر ہوگا جسے مومن پہچانتے ہوں گے۔ اور رویت کے دوسرے طریقے (رویت صفات اللہ) کو حافظ جمال اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے، جیسا کہ سنن ابو داود میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **المومن مرأة المومن۔**[35] حافظ جمال اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں مومن کی دو تفسیریں ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ مومن اول سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی مومن اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اور دوسرے مومن سے مراد بندہ مومن ہے، یعنی بندہ مومن کے لیے اللہ کی ذات آئینہ ہے، اور دوسری تفسیر اس کے برعکس ہے۔ یعنی پہلے لفظ مومن سے مراد بندہ ہے اور دوسرے لفظ مومن سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ یعنی بندہ اللہ کے لیے آئینہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ دونوں تفسیریں درست ہیں۔ حافظ جمال اللہ مزید کہتے ہیں کہ صاحب "فتوحات مکیہ" نے بھی تحریر کیا ہے کہ وہ تیرا آئینہ ہے کہ تو اس میں اپنے نفس کو دیکھے اور تو اس کا آئینہ ہے کہ وہ تجھ میں اپنے اسمأو صفات کو دیکھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری ذات کو دکھانے والا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسمأو صفات کا آئینہ تم ہو۔

مباحثِ تصوف

حافظ جمال اللہ انتہائی شیریں گفتار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں مختصر کلام کرتے لیکن ان کے معانی وسیع ہوتے۔ آپ قلیل مگر نافع کلام کرتے جو حکمت و معرفت کے چشموں سے پھوٹا کرتے۔ آپ ہر ایک مخاطب کے مزاج،

---

[34] غلام شمس الرحمٰن ،"امام جصاص کے تفسیری مناہج و امتیازات۔" جنرل آف ریسرچ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 23، (2014ء): 214،215۔

[35] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داود، کتاب الادب، باب فی النصحۃ (بیروت، مکتبۃ العصریہ)، رقم الحدیث: 4918۔

مذاق اور حال کے مطابق کلام کیا کرتے تھے۔ حافظ جمال اللہ کے ہاں شریعت کا تعلق ان امور اور احکام سے ہے جن سے انسان کی ظاہری زندگی کی تشکیل ہوتی ہے جب کہ طریقت کا تعلق ان روحانی لذات اور معنوی کیفیات سے ہے جو بندہ مومن کے دل پر اثر پذیر ہوتی ہیں، جب اتباع رسول ﷺ صرف ظاہر تک محدود رہے تو یہ شریعت کہلاتی ہے مگر جب بندہ مومن کا باطن نورانیت مصطفیٰ ﷺ سے بھی منور ہو جائے تو یہ طریقت کہلاتی ہے گویا شریعت پھول ہے اور طریقت اس کی خوشبو، شریعت بیان ہے اور طریقت مشاہدہ، شریعت صورت ہے اور طریقت حقیقت، شریعت جسم اور طریقت روح۔ "انوار جمالیہ" میں آپ کی سیرت اور احوال و واقعات کے علاوہ آپ کے ملفوظات کو بھی جمع کیا گیا ہے۔ آپ کے تمام ذکر کردہ ملفوظات کاالگ الگ ذکر تو بہت طوالت کا باعث ہوگاالبتہ چیدہ چیدہ ملفوظات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ وحدت الوجود میں مہارت

"انوار جمالیہ" کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حافظ جمال اللہؒ مسئلہ وحدت الوجود میں محی الدین ابن عربیؒ اور علامہ جامی کے افکار کے پیروکار تھے۔جب کسی شخص کو مسئلہ وحدت الوجود سمجھاتے تو ایسے ایسے پیچیدہ مسائل بیان کرتے کہ عقلیں دنگ رہ جاتیں۔علامہ عبد العزیز پرہاڑوی لکھتے ہیں: **كان من اجل علماء علما بمسئلة الوحدة الوجود، ويحب تصانيف شيخ الاكبر محى الدين ابن العربى والفاضل الجامى قدس سرہما فكان يعجبه نفحات الانس والمثنوى واللوائح واشعة اللمعات والفقرات والفصوص[36]سيما الفص المحمدى منه، حتىٰ اذا ذكر له الفص المحمدى رقص راسه ومطق شفتيه استلذاذا وكان يدرس احدا من مريديه كتابا مما ذكر من كتب مسئلة الوحدة فيقول من المسائل ما يتحير فيه العقول والافكار و لعمرى كان بحرا ذخارايستنبط من ادنىٰ لفظ اصنافا من العلوم والمعانى۔**[37] حافظ ممدوح مسئلہ وحدۃالوجود پر تحقیق میں حیرت انگیز عبور رکھنے میں تمام علما پر فوقیت رکھتے تھے۔آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور فاضل مولانا جامی قدس سرہما کی کتابوں کو بہت محبوب رکھتے۔ نفحات الانس،

37 (i)"نفحات الانس" اور "لوائح" مولاناعبد الرحمٰن جامی کی کتب ہیں۔ نفحات الانس میں صوفیا کے احوال اور شعرا کا ذکر ہے۔لوائح جامی میں تصوف کی بنیادی مباحث بیان کی گئی ہیں۔(ii)المثنوی، جلال الدین الرومی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں اشعار کی صورت میں مرتب کی گئی ہے۔ یہ کتاب صوفیاو مشائخ کے ہاں سالکین کی تربیت کے لیے پڑھائی جاتی رہی ہے۔(iii) اشعۃ للمعات شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب مشکوۃ المصابیح کی فارسی شرح ہے اور خاص وعام میں مشہور ہے۔(iv)"الفقرات" شاہ کلیم اللہ کی تصنیف ہے جو شاہ فخر الدین دہلوی کے مرشد ہیں۔(v) "الفصوص الحکم،"مشہور صوفی بزرگ محمد بن علي بن محمد ابن العربي، جو محيي الدين ابن العربي کے نام سے مشہور ہیں اور شیخ الاکبر کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں، کی معرکہ آرااور مشہور خلائق تصانیف میں سے ہے۔اس کتاب کا شمار تصوف کی امہات کتب میں کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا درس صوفیا کے ہاں مروج رہاہے۔ابن العربی فلسفے کے ماہر اور آئمہ متکلمین میں سے تھے۔

37 پرہاڑوی، انوار جمالیہ ،17۔

مثنوی، لوائح جامی، اشعۃ اللمعات، الفقرات اور فصوص الحکم نہایت ہی پسند تھیں، خاص طور پر فصوص الحکم کے فص محمدی سے تو یہاں تک محبت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کے سامنے ذکر بھی کر دیتا تو جھومنے لگ جاتے اور اپنے ہونٹوں کو ازراہ لذت چوستے، جب آپ مذکورہ بالا کتب میں سے کسی کتاب سے اپنے کسی مرید کو مسئلہ وحدت الوجود پڑھاتے تو ایسے ایسے پیچیدہ مسائل بیان فرماتے کہ عقلیں اور افکار حیرت زدہ رہ جاتے، اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ آپ علم کے بحر ذخار تھے اور عام الفاظ سے کئی اقسام کے علوم و معانی استنباط فرماتے تھے۔

خرق عادت کی صوفیانہ تعبیر

خرق عادت سے مراد انسان سے ایسے امور کا ظاہر ہونا جو عادۃ محال ہوں اور ان کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ شیخ احمد زروق الفاسی کے حوالے سے ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن نے تین طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کے مطابق خرق عادت امور صوفیا سے صادر ہوتے ہیں۔(i) کچھ کو خدا نے غنی عطا کی ہوتی ہے، ان سے کرامات کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی زبانیں دعویٰ بھی کرتی ہیں (ii) دوسری قسم کے صوفیا کو فقر عطا ہوتا ہے، ان کی زبانیں خاموش ہوتی ہیں (iii) تیسری قسم کے صوفیا لاتعداد کیفیات کے مالک ہوتے ہیں اور یہ سب سے اچھے ہیں کیونکہ یہ کیفیات نبی پاک ﷺ کی تھیں وہ ایک صاع سے ایک ہزار لوگوں کو کھلاتے ہیں اور خود پیٹ پر پتھر باندھ کر روزہ رکھتے ہیں۔"[38] جب کہ حافظ جمال اللہ کہتے ہیں کہ خارق عادت یہ ہے کہ تو اپنے نفس کی عادات کو مثلاً شکم سیری، فضول گفت گو، عبادت میں سستی وغیرہ کو خوراک کی کمی، خاموشی، اور مجاہدہ وریاضت سے ختم کرے، اگر اللہ تعالیٰ تیرے واسطے خارق عادت ظاہر کردے تو وہ دو قسم پر ہے، یا تو وہ خرق عادت تیرے مکافات کی وجہ سے ہوگی اور یہ خرق عادت مذموم ہے، اس لئے کہ لوگ اس سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اسے کرامات سمجھنے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ایسی خرق عادت تو کفار کو بھی حاصل ہو جاتی ہے، دوسری قسم کی خرق عادت مکافات کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ وہ مدارج فقر و معرفت کی ترقی کے لیے ہوتی ہے، جس سے تیری عزت و شرف کا اظہار ہوگا، اور یہ محمود طریقہ ہے۔اور یہ قسم انتہائی بہتر ہے کرامات اولیا اسی قبیل سے ہیں، اور ایسی کرامات کا ظاہر نہ ہونا ہی بہتر ہوتا ہے، کیونکہ اس میں بھی مکافات کا وہم ہو سکتا ہے۔[39]

وصول الی اللہ کا طریقہ

صوفیاے کرام جتنی ظاہر کی اصلاح کرتے ہیں اس سے زیادہ باطن کی اصلاح کرنے میں کوشش کرتے ہیں، حافظ جمال اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وصل کا بہترین طریقہ وہی ہے جو ہمارے مشائخ نے معنعن کے طریقے پر صحیح اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت سے آراستہ کیا جائے اور پھر اس پر ثابت، قائم

---

[38]Ghulam Shams-ur-Rehman, "A Study of the Theological Dimensions of Qawā'id al-Tasawwuf.", *Pakistan Journal of Islamic Research, 10,* (2012): 31.

[39] پرہاڑوی، انوارِ جمالیہ، 19

اور کاربند رہے، اور باطن کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ اپنے آپ کو صفات رذیلہ سے پاک صاف رکھا جائے، یعنی حسد، بخل، غرور، تکبر وغیرہ کو ختم کیا جائے۔[40]

خلاصۂ بحث

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ "انوارِ جمالیہ" کی رو سے حافظ جمال اللہ ملتانی کا شمار ان اکابر مشائخ وصوفیا میں ہوتا ہے، جنھوں نے ملتان کی تاریخ اور ثقافت پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں، حافظ جمال اللہ ملتانی نے ملتان کی مسلم ثقافت، سلاسلِ اربعہ کے فروغ بالخصوص سلسلہ چشتیہ کی روایت کو مربوط کیا۔ آپ کی خانقاہ اس لحاظ سے بہت ممتاز تھی کہ اس میں تدریس وترتیب دونوں کا بدرجہ اتم اہتمام کیا جاتا تھا۔ حافظ جمال اللہ ملتانی کی علمی شخصیت کے دو اہم پہلو انوار جمالیہ کے مطالعہ سے سامنے آتے ہیں: ایک یہ کہ آپ علومِ حدیث میں مہارت رکھتے تھے۔ بحیثیت استادِ حدیث درس دیا کرتے تھے۔ ان کے مریدین اور خلفاء میں کئی ایک محدث بنے۔ انھوں نے درس حدیث اپنے شیخ خواجہ نور محمد مہاروی اور ان کے شیخ خواجہ فخر الدین دہلوی سے حاصل کیا، جن کا حدیث میں بلند مقام مسلم ہے، اور آپ کی کتاب "فخر الحسن" سے ان کی علم الروایۃ میں مہارت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ جمال اللہ ملتانی وجودی صوفی تھے، اور اس حوالے سے انھوں نے صوفیانہ تعلیمات کی تعبیر و تشریح کی۔ آپ کے بعد آپ کے خلفا میں بلند پایہ صوفی شاعر اور ادیب پائے جاتے ہیں، جو آپ کی علمی ترتیب کی غمازی کرتے ہیں۔ انوار جمالیہ کے مصنف بھی حافظ جمال اللہ ملتانی کے شاگرد ہیں۔ آپ نے متنوع علوم پر بیسیوں کتابیں مرتب کی ہیں۔ انوار جمالیہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربی زبان پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ یہ ایک طرف علامہ عبدالعزیز کی جدالت علمی پر دلالت کرتی ہے، تو دوسری طرف ملتان کی علمی روایت کا بھی پتہ دیتی ہے، جس کے زیر اثر فارسی اور عربی کے بلند پایہ ادیب پیدا ہوئے۔

---

[40] پرہاڑوی، انوار جمالیہ، 25،26